**OPEN ACCESS:** Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 www.arjish.com ISSN (PRINT): 2707-1200
DOI: https://doi.org/10.53575/u9.v5.04(21)91-101



# بے آسرا خواتین کی فلاح و بہبود اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

## Analytical study of the welfare of homeless women in the light of Islamic teachings

Dr. Fayaz Ahmed Farooque
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Institute of Southern Punjab, Multan.

Dr. Razia Shabana
Associate Professor, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.

Afifa Rashid
Lecturer, Department of Islamic Studies women university Mardan.

Received on: 08-10-2021 Accepted on: 10-11-2021

**Abstract**

No doubt, Women have been playing a prominent role in the survival of the human race and also taking special care of their education and training. Hence, their domestic role cannot be denied as it determines the status of the women and introduces the means of their welfare. But, our social life seems to be a victim of class division, so each class has its own social status and in this perspective, the welfare of women must be taken care. They are asked about the fulfillment of obligations while their rights of welfare are totally ignored. Therefore, in these circumstances, the welfare of these helpless women (which do not have access to a home) is much needed so that their basic necessities of life can be met in the society. They should also be respected and honored so that they can also lead a dignified social life. This research paper will examine the practical modalities of the welfare of these helpless women along with the social and governmental role in it. A comprehensive and practical strategy could be formulated for them according to the Islamic teachings.

**Keywords:** Survival, domestic, victim, circumstances, modalities and strategy.

### تعارف

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں تمام انسانوں کو عقل و شعور کی نعمت سے نواز کر اس کائنات میں بھیجا تاکہ وہ اپنی معاشرتی و تمدنی زندگی بہتر طریقے اور سلیقے سے گزار سکے۔ انسان نے اس دنیا میں مل جل کر رہنے کو اپنا محور بنایا اور ایک دوسرے کی ضرورتوں کا بھی خاص خیال رکھا تاکہ انسانی اقدار کو قائم کیا جائے اور اعلیٰ اخلاقی قدروں کو بھی فروغ ملے۔ معاشرے کی تشکیل مرد اور عورت سے ہوتی ہے اور معاشرے میں ترقی کے لیے ضروری ہے کہ دونوں صنفوں کے حقوق و فرائض اور فلاح و بہبود کا خیال رکھا جائے۔ معاشرے کی تعمیر و ترقی میں عورت کے کردار سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ انسان کی سماجی زندگی میں بقاء اسی کی مرہون منت تصور کی جاتی ہے۔ اسی لیے معاشرتی زندگی میں خواتین کے

مقام و مرتبے اور ان کی سماجی حیثیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اسی لیے ان کی فلاح و بہبود کی طرف بھی زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ عورت بقاء نسل انسانی میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور ان کی تعلم و تربیت کا خاص خیال رکھتی ہے اس لیے بھی ضروری ہے کہ ان کا بھی خاص خیال رکھا جائے اور ان کی فطری ضرورتوں کو پورا کیا جائے۔ معاشرے کے تعمیر و ترقی میں عورت کے خانگی کردار سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسی سے عورت کے مقام و مرتبے کا تعین ہوتا ہے اور اسی سے اس کی فلاح و بہبود کے طریقے متعارف ہوتے ہیں۔

ہماری معاشرتی زندگی طبقاتی تقسیم کی شکار نظر آتی ہے اس لیے ہر طبقے کی اپنی سماجی حیثیت ہے اور اسی کے پیش نظر خواتین کی فلاح و بہبود کا خیال رکھا جاتا ہے۔ مجموعی طور عورت محکوم و مظلوم نظر آتی ہے کیونکہ ان کو تفویض کردہ ذمہ داریوں کی تکمیل سے متعلق پوچھا جاتا ہے جبکہ ان کے حقوق اور فلاح کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ کچھ معاشروں میں اعلی طبقات میں عورت کی فلاح و بہبود کا خیال رکھا جاتا ہے اور ان کی معاشرتی و معاشی ضروریات پوری کی جاتی ہیں اور ان کو عزت و تکریم سے نوازا جاتا ہے۔ متوسط طبقات میں بھی عورت کی ضروریات کا خیال رکھا جاتا ہے اور ان کی عزت و تکریم بھی کی جاتی ہے۔ یہ صورت حال اس وقت ہوتی ہے جب عورت اپنا سماجی کردار ادا کر رہی ہو اور خاندانی نظام میں جڑی ہو۔ ہمارے معاشرے میں ایسی خواتین بھی ہوتی ہیں جو بیوہ ہو جاتی ہیں یا مطلقہ ہو جاتی ہیں یا بعض وجوہات کی بنا پر گھر چھوڑ دیتی ہیں اور وہ جو یتیم ہو جاتی ہیں۔ ان حالات میں ان خواتین (صنف نازک) کی فلاح و بہبود کا تصور کم ہی نظر آتا ہے اور ان کی معاشرتی و سماجی زندگی سخت ہو جاتی ہے۔ معاشرتی رویے تبدیل ہو جاتے ہیں اور عزت و تکریم کی بجائے منہ موڑ لیا جاتا ہے۔ اس لیے ان حالات میں ان بے آسرا خواتین (جن کے پاس گھر کی سہولت نہیں ہوتی، خانگی اور معاشرتی ظلم کا شکار ہوتی ہیں) کی فلاح و بہبود کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے تاکہ ان کی بنیادی ضروریات کو بھی پورا کیا جائے اور معاشرے میں ان کی عزت و تکریم بھی کی جائے تاکہ وہ بھی معاشرے میں باوقار زندگی گزار سکیں۔ اس لیے اس تحقیقی مقالہ میں ان بے آسرا خواتین کی فلاح و بہبود کے عملی تریقہ کار اور اس میں معاشرتی اور حکومتی کردار کا بھی جائزہ لیا جائے گا تاکہ ان بے آسرا خواتین کی فلاح و بہبود کے لیے کوئی جامع اور عملی لائحہ عمل مرتب کیا جا سکے۔

### ا۔ خواتین کی سماجی حیثیت

ظہور اسلام سے قبل دنیا میں ہر جگہ خواتین کا نام حقارت اور ذلت سے لیا جاتا تھا اقوام عالم میں کہیں بھی عورت کی قدر و منزلت نہ تھی، تمام تہذیبوں میں عورت مردوں کے ظلم و ستم کا شکار ہوتی نظر آتی ہے۔ قدیم اقوام کا مطالعہ کیا جائے تو جس قوم کے افکار و نظریات واضح اور ترقی یافتہ ملتے ہیں وہ یونانیوں کا تمدن ہے۔ اہل یونان کے ہاں تہذیبی، علمی اور فنی ترقی کے باوجود عورت کا مقام پست نظر آتا ہے، وہ عورت کو انسانیت کے لیے پر بار سمجھتے تھے۔ ان کے ہاں عورت کا مقام سوائے خادمہ کے اور کچھ نہ تھا۔ جبکہ انسانی زندگی کے ارتقا اور اس کے استحکام میں مرد اور عورت کا متوازن تعلق بہت ضروری ہے۔ تخلیق انسانی میں بھی دونوں کو برابری کا حصہ دار سمجھا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے

یٰایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ ۔ [1]

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا"

یہ ایک حقیقت ہے کہ عورت کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ معاشرے کا ایک لازم حصہ ہے۔ سماجی تمدن کے ارتقا اور اس کی اصلاح میں بھی عورت کی ذمہ داریوں اور کردار سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ نے عورت کو جو صلاحیتیں دی ہیں انسانی زندگی کے ارتقاء اور کی تہذیب و تطہیر میں معاشرے کی تعمیر و ترقی ممکن ہے۔ اگر ہندو مذہب کا جائزہ لیا جائے تو اس مذہب میں بھی عورت کی کوئی عزت و توقیر نہیں تھی اور اسے سماج میں کم تر تصور کیا جاتا تھا اور بعض اوقات تو اسے زندہ رہنے کا حق بھی چھین لیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ خواتین کو مختلف رسوم کی بنا پر تکالیف برداشت کرنا پڑتی تھیں جن میں سے ایک ستی کی رسم بھی تھی۔ مگر بعد میں کچھ کچھ مصلح پسند لوگوں کی کوششوں سے اس رسم کا خاتمہ ہوا۔

Robert E Hume اپنی کتاب "The World 's Living Religions" میں لکھتے ہیں

"جین شاستروں میں عورت کی مٹی بری طرح پلید کی گئی ہے مہابیر سوامی خواتین کو تمام گناہوں کی جڑ سمجھتے تھے ان کا خیال تھا کہ مردوں کے گناہوں کا سبب عورت ہی ہے، عورت سب سے بڑی آزمائش ہے جو انسانوں کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ مرد کو چاہیئے کہ عورت سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے، نہ اس کی طرف دیکھے نہ اس سے بات کرے اور نہ اس کا کوئی کام کرے"۔[2]

عربوں کے ہاں بھی عورت کی کوئی عزت نہیں تھی بلکہ اس پر اتنے ظلم و ستم کیے جاتے تھے کہ ان کی ظلم کی انتہا نہیں ملتی بعض اوقات تو زندہ بچیوں کو بھی درگور کر دیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ نہ عورت کا کوئی مقام تھا اور نہ سماجی زندگی میں عزت کی جاتی تھی۔ اہل عرب بیٹوں کی پیدائش پر تو خوشی کا اظہار کرتے تھے مگر بیٹی کی پیدائش پر غم و غصے کا اظہار کرتے تھے اور اسی وجہ سے بھی عورت پر ظلم کرتے تھے بعد میں یہی حالت ہمیں برصغیر میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔

لڑکی کی پیدائش کے حوالے سے عربوں کا رویہ ایک اور جگہ یوں بیان کیا گیا ہے

واذا بشر احدهم بالانثى ظل وجهه مسودا وهوكظيم يتوارى من القوم من سوّٓء ما بشر به ايمسكه على هون ام يدسه فى التراب ۭ الا سآّء ما يحكمون[3]

"اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غمگین ہوتا ہے اس خوشخبری کی برائی کے باعث لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، آیا اسے ذلت قبول کر کے رہنے دے یا اس کو مٹی میں دفن کر دے، دیکھو کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں دختر کشی کی رسم عام تھی، اعلی خاندان کے مرد بیٹی کے وجود کو اپنی ذلت سمجھتے تھے۔ باپ جب لڑکی کو زندہ دفن کر کے آتا تھا تو بھری مجلس میں مسرت اور فخر کا اظہار کرتا تھا۔ خاندان معاشرہ کا ایک اہم ترین ادارہ سمجھا جاتا ہے جس کا آغاز تو مرد اور عورت کے شرعی تعلق سے ہوتا ہے اور پھر خاندان میں نئے آنے والے بچے کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے مگر عرب صرف بیٹے کی آمد پر خوشی کا اظہار کرتے تھے اور بیٹی کی پیدائش پر سیخ پا ہو جاتے تھے اور بعض اوقات اس معصوم کا قتل بھی کر دیا جاتا تھا۔ وہ اپنے اس فعل پر مسرت و انبساط کا اظہار بھی کرتے تھے۔ عربوں میں عورت کے حوالے سے اتنی نفرت تھی کہ وہ خواتین کے ساتھ جو چاہتے سلوک کرتے تھے اور

خواتین غلامی کی زندگی گزار رہی تھی جن میں ان کی اپنی کوئی مرضی نہیں ہوتی تھی بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ وہ مردوں کی کٹھ پتلیاں بنی ہوئی تھیں۔ اسلام نے عورت کو وہ عزت ومقام دی جس کی وہ اصل حق دار تھی عورت کو بحیثیت ماں بیٹی بہن اور بیوی کے حقوق دیے اور ان کی حیثیت کو بھی مردوں کے برابر تسلیم کیا گیا۔

**بے آسرا خواتین کی فلاح وبہبود کے اساسی تصورات**

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس کے اصول اس قدر جامع، عام فہم اور ہمہ گیر ہیں کہ جن کا اطلاق ہر قسم کے حالات میں کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے بھی اچھے معاشرے کی تعمیر وترقی کے لیے بھی اسلام نے حریت، مساوات، نفع رسانی اور رواداری کے اصولوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افراد کے درمیان تعاون، ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبات معاشرہ کے استحکام اور معاشرتی امن وسکون کا باعث بنتا ہے۔ سماجی لحاظ سے عورت کی فلاح وبہبود کا جو اسلام نے تصور دیا ہے اس کو بھی اختیار کرنی کی ضرورت ہے۔ عورت کے معاشی حقوق کا تحفظ، سماجی حقوق کا تحفظ اور بے آسرا خواتین مطلقہ، بیوہ اور یتیموں کے حقوق کا تصور بھی واضح انداز میں ملتا ہے۔ سماجی فلاح وبہبود میں ترقی کے لیے ہر شہری مرد اور عورت کو بلا امتیاز تعلیم، صحت، صفائی، خوراک جیسی بنیادی سہولیات فراہم ہوں تاکہ انسانی استعداد کار میں اضافہ، نادار اور ضرورت مند خواتین وحضرات کے لیے سوشل سیکورٹی کے شفاف ہمہ گیر نظام اور پاکیزہ ماحول کی فراہمی کو یقینی بنایا جاسکے۔ خصوصی توجہ کے حامل افراد اور علاقہ جات کے لیے ایسی حکمت عملی ہو جس کی مدد سے یہ قومی زندگی میں زیادہ نمایاں کردار ادا کرنے کے قابل بن جائیں۔ معاشرے کی فلاح وبہبود کے لیے یہ انتہائی ناگزیر ہے کہ عورت کو اس کے حقوق دیئے جائیں کیونکہ عورت نصف انسانیت ہے۔ ثابت شدہ بات ہے کہ اگر اس کے حقوق کی نفی کی جائے گی تو اس کے بھیانک نتائج رونما ہوں گے اور مجموعی طور پر معاشرہ بگاڑ اور انتشار کا شکار ہو جائے گا۔

نبی کریم ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

استوصوا بالنساء خيراً۔[4]

"عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو"۔

یہ بات سوچنے کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے حقوق کے تحفظ اور ان کی فلاح وبہبود کا جو تصور دیا ہے کہ اس پر عمل کیا جارہا ہے یا نہیں۔ پاکستانی معاشرے کا یہ المیہ ہے کہ یاں بے آسرا خواتین سے حسن سلوک نہیں کیا جاتا اور نہ ان کی فلاح وبہبود کے لیے ریاستی اور معاشرتی کردار ادا کیا جاتا ہے۔

اگر دیکھا جائے تو قدیم معاشروں میں عورت کی سماجی حیثیت ابتر تھی اسے محض مرد کی لونڈی بنا کے رکھا جاتا تھا۔ عورت ہمیشہ مرد کے رحم وکرم پر ہوتی تھی مرد جو چاہیے اس سے سلوک کرے۔ مگر جب اسلام کی روشنی نے اہل عرب کو منور کیا تو نہ صرف عرب میں بلکہ عجم میں بھی خواتین کو سماجی مقام دیا گیا اور حقوق وفرائض کا ایک پورا نظام وجود میں آیا۔ خواتین کے معاشی حقوق اور سماجی تحفظ بھی مرد کی ذمہ داری

تصور کی گئی۔ جنسی بے راہ روی سے بچنے اور خواتین کے سماجی تحفظ کے لیے نکاح کا تصور دیا گیا۔ سماجی طبقاتی تقسیم کو ختم کیا گیا مرد اور عورت کو سماجی مساوی مقام اور امیر و غریب کے فرق کو بھی ختم کیا گیا۔ جہاں تک بے آسرا خواتین اور ان کے سماجی مقام اور اس کے تحفظ کا تعلق ہے تو اسلام میں اس سے متعلق بھی بنیادی تعلیمات دی گئی۔ جن میں مطلقہ، بیوہ اور یتیموں کے حقوق کا تحفظ اور ان کی فلاح و بہبود کے لیے بنیادی تصورات بھی دیے گئے۔ رہائش، خوراک، لباس، صحت، تعلیم اور سماجی تحفظ کا احساس دلایا گیا۔

**بے آسرا خواتین کے حقوق کا تحفظ**

قدیم معاشروں میں عورت کے حقوق کی تعین انسانی عمل و علم کی بناپر کی گئی جس کی بدولت عورت کے ساتھ بے انصافی اور انتہاپسندی کا رویہ رکھ گیا۔ جس کے نتیجے میں بغاوت اٹھ کھڑی ہوئی۔ آج پھر عورت کے حقوق کی غلط تعیین کی جارہی ہے ابوالاعلی مودودیؒ نے اس صورت حال کا منطقی اور فطری تجزیہ کیا ہے کہ جب کسی کو حقوق سے محروم کیا جاتا تو نتیجہ کیا ظاہر ہوتا ہے۔

"ہر انتہاپسند دعوی زندگی کو کسی ایک پہلو کی طرف موڑتا اور کھینچے لیے جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ سواء السبیل (صراط مستقیم) سے بہت دور جاپڑتی ہے تو خود ہی زندگی کی بعض دوسری حقیقتیں جن کے ساتھ بے انصافی ہورہی تھی اس کے خلاف شروع کردیتی ہیں اور یہ بغاوت ایک جوابی دعوے کی شکل اختیار کرکے اسے مخالف سمت میں کھینچنا شروع کردیتی ہے۔ جوں جوں سواء السبیل قریب آتی ہے ان متصادم دعوؤں کے درمیان مصالحت ہونے لگتی ہے اور ان کے امتزاج سے وہ چیزیں وجود میں آتی ہیں جو انسانی زندگی میں نافع ہیں۔ لیکن وہاں نہ سواالسبیل کے نشانات دکھانے والی روشنی موجود ہوتی ہے اور نہ ہی اس پر ثابت قدم رہنے والا ایمان تو وہ جوابی دعوی زندگی کو اس مقام پر ٹھہرنے نہیں دیتا بلکہ اپنے زور میں اسے دوسری جانب انتہا تک کھینچتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پھر زندگی کی کچھ دوسری حقیقتوں کی نفی شروع ہوجاتی ہے اور نتیجے میں ایک دوسری بغاوت اٹھ کھڑی ہوتی ہے"۔[5]

اسلامی ریاست کے آئین کی ایک انفرادی خوبی ہے کہ اپنے تمام شہریوں کو بلالحاظ رنگ، نسل یا ذات ذریعہ معاش مہیا کرنے کی ضمانت دیتا ہے اس لئے ریاست میں کوئی بھی بے یار و مددگار یا محروم نہیں رہتا اور سب کی عمدہ طور پر دیکھ بھال ہوتی ہے۔ یہ ریاست کی قانونی اور اخلاقی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اسلام نے معاشرے کا جو تصور دیا ہے اگر اسے صحیح معنوں میں قائم کیا جائے تو ایک ایسا اجتماعی نظام جم لے گا جس میں نہ کسی کی اجارہ داری ہوگی اور نہ کوئی محتاج و مفلس رہے گا۔ ہر کس و ناکس کو مساوی حقوق ملیں گے۔ تمام نسل انسانی کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنا منظم اسلامی ریاست کا اولین فرئضہ ہے۔ اسلام میں ریاست معاشرہ کی نوعیت اور دنیاوی نقطہ نظر کا ایک بنیادی اصول ہے۔ بنیادی ضروریات خوراک، لباس، رہائش، علاج معالجہ اور تعلیم سے پوری ہوتی ہے۔ مزید برآں ٹرانسپورٹ، دیکھ بھال اور تحفظ کے معاملات بھی ان میں شامل ہوتے ہیں۔ ضرورت پوری کرنے کا معیار، معاشی وسائل اور معاشرہ میں رہن سہن کے اوسط معیار پر منحصر ہوتا ہے۔

بنیادی ضروریات جو لوگوں کو زندہ رہنے کے لیے درکار ہوتی ہیں۔ اس کی براہ راست ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے، ان ضروریات میں سستی تعلیم صحت، روزگار، انصاف کی فراہمی، امن و امان، زندگی کا تحفظ، ڈر اور خوف کے بغیر ماحول، خوراک کی فراہمی، نقل و حمل کی

سہولیات، آمدنی اور مہنگائی کے درمیان توازن وغیرہ شامل ہیں۔ عام فرد ان تمام ضروریات میں کوئی بہت زیادہ سہولتوں کا خواہش مند نہیں ہوتا، لیکن حکومت سے اس قدر توقع ضرور رکھتا ہے کہ وہ اسے باعزت اور پر وقار طریقے سے زندہ رہنے کا موقع فراہم کرے۔

ذیل میں بے آسرا خواتین کے ان بنیادی حقوق کا ذکر ہے جن کی تکمیل اس کے لیے ضروری ہوتی ہے تاکہ اس کی فلاح و بہبود کے بنیادی تقاضوں کو پورا کیا جاسکے۔

### ۱۔ حق زندگی

اسلامی تعلیمات میں حق زندگی کو بہت اہمیت دی گئی ہے اسلام نے بچے کو حقوق کی ضمانت، پیدا ہونے سے پہلے دی ہے۔ ماں کے پیٹ میں جو جنین ہے، اس کو بھی قتل کرنے کی کسی بھی حالت میں اجازت نہیں ہے۔ قتل جنین کی مذمت قرآن کریم میں بھی آئی ہے۔

واذ الموءدة سئلت، بأى ذنب قتلت۔[6]

''جب قیامت کے دن زندہ در گور لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ اس کو کس جرم میں قتل کیا گیا؟''

آیت میں جو شناعت ہے، جو شدت ہے، اللہ تعالی کا جو غضب ہے، اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ مجرم سے نہیں پوچھا جائے گا، اگرچہ اس کے جرم کا ثبوت ہوگا، اس کے اعضا گواہی دیں گے، دنیا میں اعمال کا ریکارڈ کرنے والے فرشتے گواہی دیں گے، لیکن مجرم کے گناہ کی شناعت اتنی زیادہ ہوگی کہ اللہ تعالی اس کی طرف التفات نہیں کرے گا، بلکہ اس مظلوم لڑکی سے، جس کو زندہ در گور کر دیا گیا تھا، پوچھا جائے گا کہ تم بتاؤ، تم کو کس جرم میں در گور کیا گیا تھا؟ یہ شناعت حدیث میں بھی بیان کی گئی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

إ ن الله حرم عليكم عقوق الأمهات و وأد البنات۔[7]

"اللہ تعالی نے تم پر حرام کیا ہے کہ تم اپنے والدین کی نافرمانی کرو، اسی طرح اس نے تم پر یہ بھی حرام کیا ہے کہ تم لڑکیوں کو زندہ در گور کرو۔"

عورت کا ایک حق عزت و آبرو کا ہے اس لیے کسی کو بھی کسی کی عزت سے چھیڑ چھاڑ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے تمام معاشروں میں عورت کی عزت و تکریم کرنا بھی ہر شہری کا بنیادی فرض ہے۔ نبی کریم نے خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا

إن دماء كم وأموالكم وأعراضكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا فى بلدكم هذا فى شهركم هذا۔[8]

''تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزت و آبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کا دن، یہ شہر اور یہ مہینہ حرام ہے۔''

### ۲۔ حق معیشت (معاشی تحفظ)

اسلام نے عورت کی کفالت کا جو بند و بست کیا ہے وہ نہایت جامع اور مکمل ہے اگر اسی پر سختی سے عمل در آمد کرا لیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ عورت کو کسی پریشانی یا دشواری سے دوچار ہونا پڑے۔ اسلامی نظام کفالت کو مضبوط بنانے کے لیے کچھ اقدامات کی ضرورت ہے مثلاً وہ خواتین جن کا کوئی کفیل موجود نہ ہو، اسلام کے کفالتی نظام کے مطابق یہ حکومت وقت کا فرض بنتا ہے کہ وہ سرکاری بیت المال سے ان کی اور

ان کے بچوں کی کفالت کا انتظام کرے۔ حکومت کو ایسی خواتین کو ڈھونڈے جو کہ ضرورت مند ہیں اور حکومت کی مدد کی مستحق ہیں۔ اس کے لیے ہر سطح پر کمیٹی تشکیل دی جائے اور اچھے اور مخلص لوگوں کو اس میں شامل کیا جائے۔

اگر اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو اسلام معاشرے کی خوش حالی چاہتا ہے اس لیے ایک کفالتی نظام بھی متعارف کرواتا ہے۔ اس نظام کے تحت سرکاری خزانے سے تمام ضرورت مندوں کی بنیادی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح حکومت کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ ایسے تمام ضرورتمند، محتاج اور معذور لوگوں کی مالی امداد کرے اور ان کے اخراجات کی کفیل بنے۔ پھر اسلام ہر مال دار کو زکوۃ ادا کرنے کے لیے بھی کہتا ہے تاکہ غرباء و مساکین کی مدد کی جائے۔ انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیتا ہے اور اس میں رشتہ داروں اور ہمسایوں کی تلقین کرتا ہے۔ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ:

کیا میں تمہیں بہترین صدقہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ اپنی اس بیٹی پر خرچ کرو جو بیوہ یا مطلقہ ہو کر تمہارے پاس آگئی ہے اب اس کا کوئی کمانے والا نہیں ہے۔[9]

لیکن موجودہ حالات میں جبکہ دنیا میں کہیں بھی اسلامی حکومت نہیں ہے مسلمان بھی اہل مغرب کی طرح مادیت اور نفسا نفسی کا شکار ہو چکے ہیں اپنے غریب رشتہ داروں اور ہمسایوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہے بلکہ خود چچا اپنے یتیم بھتیجے، بھتیجیوں کی ساری جائیداد ہتھیا کر انہیں گھر سے باہر نکال دیتے ہیں۔ ان حالات میں خواتین مجبور ہو جاتی ہیں کہ وہ اپنے بچوں کا معاشی بار اٹھائیں۔

کسی جگہ پر اگر غریب رشتہ دار عورتوں کا بوجھ برداشت بھی کیا جاتا ہے تو بھی خواتین کو کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس میں سب سے بڑی مشکل عزت نفس کی قربانی ہے مجبور خواتی اور ان کے بچوں کی مالی مدد کے نتیجے میں ان کو اتنا زیر بار کیا جاتا ہے کہ ان کی حیثیت و مرتبہ گھر کے کم تر افراد کا سا ہو جاتا ہے ایسی خواتین کا خود اپنی معاشی ضرورت کے لیے باہر نکل جانا بے عزتی تصور ہوتا ہے اور دینے والا ہاتھ افضل ہے کہ مصداق گھر کے بقیہ افراد کی حیثیت ان کے مقابلے میں برتر ہوتی ہے ایسے موقع پر عورت بہتر سمجھی ہے کہ وہ غیر خاندان پر بوجھ بننے یا اپنی بے عزتی مزید برداشت کرنے کے بجائے خود معاش کی تلاش میں باہر نکل جائے کیونکہ ملازمت کرنے والی عورت کے عزت نفس کے مسئلے اتنے سنگین نہیں رہتے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ کو جب طلاق ہوئی اور وہ دوران عدت ہی باہر نکل کر کام کرنے لگیں تو لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو وہ یہ بات پوچھنے کے لیے نبی ﷺ کے پاس چلی گئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا

أخرجي فجدي نخلک لعلک أن تصدقی منه أو تفعلي خيرا۔[10]

"کہ کھیت جاؤ اور اپنے کھجور کے درخت کاٹو (اور فروخت کرو) اس رقم سے بہت ممکن ہے کہ تم صدقہ و کیرات یا کوئی بھلائی کا کام کر سکو (اس طرح یہ تمہارے لیے اجر آخرت کا سبب ہو گا)"۔

گویا معلوم ہوا کہ شریعت اسلامی خواتین کو عزت بھی دیتی ہے اور ان کی عزت نفس اور صلاحیتو کے اظہار کے مواقع بھی دیتی ہے تاکہ وہ اپنی

صلاحیتوں سے بھی اپنی ضروریات کی تکمیل کر سکیں اور ضرورت پڑنے پر نہ صرف اپنی بلکہ وہ اپنے قریب دوسروں کی بھی معاشی مدد کر سکے اور اس کے ہاتھوں بھلے کام انجام پائیں اور چونکہ کھجوروں کو اتارنے کے لیے عدت کے ختم ہونے کا انتظار کرنے سے اس خاتون کے معاشی مفاد پر ضرب پڑتی تھی اس لئے آنحضرت ﷺ نے عدت کے احکام میں بھی گنجائش نکال لی۔

**۳۔ نفسیاتی تحفظ**

نفسیاتی لحاظ سے بھی بے سہارا خواتین کے حقوق کا تحفظ کیا جائے اور ان کی فلاح و بہبود کا خیال رکھا جائے۔ اکثر بے سہارا خواتین کو نفسیاتی اذیتوں کا سامنا رہتا ہے چاہے وہ مطلقہ ہو بیوہ ہو، قیدی ہو یا پھر سماجی اذیتوں میں مبتلا ہو۔ اس لیے ہر حال میں خواتین سے حسن سلوک کی تعلیم دی جاتی ہے اور ان کے حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے عزت واحترام کے جذبات کا احساس دلایا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

استوصوا بالنساء خيراً.[11]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو"۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے تاکہ ان کو تحفظ کا احساس ہو اور یہ احساس ان کی ذہن اور جسم میں پیدا ہونے والی نفسیاتی بیماریوں کو ختم کردے۔ دور حاضر میں حقوق نسواں کے دعویدار اس بات کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ انھوں نے عروتوں کے حقوق کا تحفظ کیا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ اسلام نے ہی عورتوں کے حقوق کا نہ صرف تحفظ کیا بلکہ ان کو سماجی حیثیت دی اور ان کی عزت نفس کا خیال رکھا یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول نے عورت کو ان زنجیروں سے آزاد کروایا دور جہالت میں وہ جن زنجیروں میں قید تھی اس لیے اسلام نے ہی سب سے پہلے عورت کو معاشرے میں باوقار زندگی گزارنے کا حق دیا۔ اس لیے ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ آج بھی بے سہارا خواتین کو نفسیاتی تحفظ فراہم کیا جائے اور ان پر ہونے والے ظلم وستم کا خاتمہ ہو اس کے لیے تمام سرکاری وغیر سرکاری اداروں کو بھی اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

**۴۔ حق تعلیم**

نبوی معاشرہ میں ہر فرد کو ہر قسم کی مساوات حاصل تھی نہ کسی کو دوسرے پر نسلی فوقیت حاصل تھی اور نہ کسی کو قانونی برتری اس معاشرہ میں تمام لوگوں کو مساوی حقوق حاصل تھے۔ یہ خصوصیت معاشرہ کے ہر پہلو میں نمایاں نظر آتی تھی آج بھی نماز میں سب لوگ ایک ہی صف میں برابر کھڑے ہوتے ہیں۔ خواہ امیر ہو یا غریب کسی کے کھڑا ہونے کے لئے کوئی خاص مقام نہیں ہوتا۔ امیر اور رعایا غریب اور دولت مند انسان ہونے کے ناطے سب برابر ہیں۔ البتہ سچے اہل عمل کا درجہ بلند ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يرفع الله الذين امنوا منكم والذين اوتوا العلم درجت[12]

اللہ تعالی تم میں سے اہل ایمان وعلم کے درجات بلند کرتا ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ بے آسرا خواتین کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا جائے تاکہ وہ اپنے اس بنیادی حق سے محروم نہ رہے۔ پاکستان میں بے

آسرا خواتین کی ایک کثیر تعداد ایسی ہے جنہیں نہ تو تعلیم تک رسائی ہے اور نہ علاج معالہ کی سہولت میسر ہیں۔انہیں نہ تو روزگار کے مواقع میسر ہوتے ہیں اور نہ گھر کی چار دیواری میں موثر آواز ملتی ہے۔سچ تو یہ ہے کہ ہمارا گھریلو نظام عورت کو معاشی تحفظ دینے اور خوشیوں کی ضمانت فراہم کرنے میں ناکام رہا ہے۔

**۵۔سماجی تحفظ**

دور جدید میں بے سہارا خواتین کا سماجی تحفظ بہت ضروری ہے وہ خواتین جو کسی بھی وجہ سے گھر سے باہر ہوتی ہیں یا ازدواجی زندگی میں تنازع کی صورت میں وہ گھر بدر ہو جاتی ہیں تو ایسی خواتین کا سماجی تحفظ بہت ضروری ہے۔اسلام سے پہلے عورتوں کو مردوں کی ملکیت سمجھا جاتا تھا اور ان کی اپنی مرضی کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا تھا شادی کے لیے بھی پسند و ناپسند کا کوئی نظام نہیں تھا۔اسلام نے عورت کو نکاح و شادی کے حوالے سے بھی پسند کا حق دیا کسی بگاڑ کی صورت میں سماجی تحفظ دیا۔اس کے ساتھ ساتھ مطلقہ،بیوہ، یتیم، باندی کو بھی شریعت کے مقرر کردہ حدود کے اندر پسند اور نکاح کا حق دیا بلکہ نبی کریم ﷺ نے اس معاملے میں اپنا اسوہ بھی پیش کیا۔

شادی کے بعد مرد و عورت کے لیے حقوق و فرائض کا ایک پورا نظام وجود میں آتا ہے جس کی تکمیل دونں کے لیے ضروری سمجھی جاتی ہے جہاں ایک حقوق ہیں وہاں دوسرے کی ذمہ داریاں بھی ہیں۔قرآن کریم میں مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وعاشروهن بالمعروف[13]''عورتوں کے ساتھ معاشرت میں نیکی اور انصاف ملحوظ رکھو۔''

یہ بات تو بخوبی جانتے ہیں کہ اسلام سے پہلے عورت کی وہ قدر و منزلت نہیں تھی جو اسلام نے عورت کو دی نہ صرف عزت دی بلکہ مردوں کو ان سے حسن سلوک کی تعلیم بھی دی کہ سماجی زندگی اور عائلی زندگی میں بھی عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

ان كنا في الجاهلية ما نعد للنساء امرا حتي انزل الله تعالي فيهن ما انزل و قسم لهن ما قسم[14]

''خدا کی قسم زمانہ جاہلیت میں ہماری نظر میں عورتوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی، حتیٰ کہ خدا نے ان سے متعلق جو احکام نازل کرنا چاہے نازل کر دیئے اور جو حقوق ان کے مقرر کرنا تھے، مقرر کر دیئے۔''

اگر خواتین کی سماجی زندگی کا جائزہ لیں تو ان کی نہ کوئی حیثیت تھی اور نہ کوئی مقام تھا، بلکہ ضرورت پڑنے پر ان کو نہ صرف رہن رکھا جاتا تھا بلکہ فروخت بھی کر دیا جاتا تھا۔گویا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ صرف مرد کی جنسی تسکین کا ذریعہ تھی اور اس کا حقوق کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا وہ صرف مرد کی خواہشات نفسانی اور اس کی اطاعت کی پابند تھی۔پہلی دفعہ اسلام نے عورت کو یہ بتایا کہ عورت کے بھی مرد پر واسے حقوق ہیں جیسے مرد کے عورت پر حقوق ہیں اور وہ معاشرے میں اپنا مقام رکھتی ہے،اس کی ایک سماجی حیثیت ہے ہر طرح کے انصاف اور نیک سلوک کی بھی حق دار ہے۔

اسلام نے نکاح کو ایک معاہدہ قرار دے کر بھی اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وأخذن منكم ميثاقًا غليظًا[15]''اور تمہاری عورتیں تم سے مضبوط عہد لے چکی ہیں''

اس آیت کریمہ کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے آخری خطبہ میں یوں فرمائی

اتقوا الله في النساء فانكم اخذتموهن بامانة الله[16]

"عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم نے انہیں اللہ تعالی کی طرف سے بطور امانت لیا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کے ذریعے بھی عورت کو ایک سماجی تحفظ دیا گیا تاکہ وہ معاشرے میں عزت واحترام کے ساتھ اپنی ازدواجی زندگی بسر کرے۔اس کے ساتھ ساتھ عورت کے سامی تحفظ کی ساری ذمہ داری مرد پر عائد کی گئی کے وہ اس کا نہ صرف سماجی تحفظ کرے بلکہ اس سے حسن سلوک بھی کرے اور معاشرے کے دگر طبقات میں بھی اس کی عزت واحترام کروائے۔اس لیے عورت کے فرائض کے ساتھ ساتھ مرد پر بھی کچھ فرائض عائد کیے گئے تاکہ وہ ان کا بھی لحاظ رکھے۔چناچہ عورت کے ساتھ جو حسن سلوک کی تعلیم دی گئی احادیث میں اس کی وضاحت یوں ملتی ہے

خيركم خيركم لأهله[17]

"تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنے اہل (یعنی بیوی بچوں) کے لیے اچھا ہے۔"

معلوم ہوا کہ انسان کی سماجی زندگی میں جس طرح عام خواتین کے حقوق وفرائض ہیں اسی طرح بے سہارا خواتین کے بھی حقوق وفرائض ہیں جن کی بجاآوری ضروری ہے۔ بلکہ ان کا سماجی تحفظ اس لحاظ سے زیادہ ہے کہ ان کو کوئی سماجی یانفسیاتی تکلیف نہ ہو اور ان کی فلاح وبہبود کے لیے معاشرے اور ریاست کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ان کے سماجی تحفظ کے لیے دارالامان کے نظام کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔سماجی طبقات کا بھی یہ کردار ہے کہ بے ساروں کو سماجی تحفظ فراہم کریں۔مطلقہ اور بیوہ خواتین سے شادی کے رویوں کو فروغ دیں تاکہ وہ بھی سماجی تحفظ کے ساتھ زندگی گزار سکیں اور ان کا خیال بھی اپنے اہل وعیال کی طرح رکھنا چاہیے اور ان کی بنیادی ضروریات کو پرا کیا جانا چاہیے تاکہ انھیں بھی خوش حالی نصیب ہو۔

**خلاصہ بحث**

انسان کی معاشرتی زندگی عورت کے بغیر مکمل نہیں ہوتی،اسی لیے انسان کی سماجی زندگی میں عورت کے کردار سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔انسانی تہذیبوں میں عورت کی حیثیت محض جنسی تسکین تھی اور ان کے ساتھ سلوک بھی اسی طرح کیا جاتا تھا۔اسلامی تہذیب نے عورتوں کا نہ صرف معاشرتی مقام دیا بلکہ ان کے حقوق کا تحفظ بھی کر دیا۔جدید معاشروں میں عورت کو بہت سے مسائل کا سامنا رہتا ہے جن میں معاشرتی و سماجی مسائل، معاشی مسائل، تعلیمی اور تہذیبی مسائل شامل ہیں۔اللہ تعالی نے بھی عورت کی ذات میں اپنی ساری رنگینیاں، رعنائیاں اور دلفریبیاں سمودیں تاکہ انسان اس صنف نازک کا خیال رکھے بلکہ اس کی عزت وتقدیس بھی کرے۔بے سہارا خواتین کی فلاح وبہبود کے لیے معاشرے کے ہر فرد کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ان کو سماجی تحفظ دینا چاہیے اور ان کے لیے روزمرہ زندگی میں بھی آسانیاں پیدا کرنی چاہیں تاکہ وہ باعزت زندگی گزار سکیں۔ان کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا پورا موقع دینا چاہیے اگر ان کا کوئی سرپرست نہ ہو تو

پھر ریاست کو ان کا سرپرست بن کر ان کی فلاح و بہبود کے لیے حتمی ادامات اٹھانے چاہیے۔ اگر بے سہارا کو اتین کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اور ان کی فلاح و بہبود کا خیال رکھا جائے تو کوئی بعید نہیں کہ یہ معاشرہ امن و محبت کا گہوارہ نہ بن سکے۔

**حوالہ جات**

---

1 النساء۴:۱

2 Robert E Hume "The World ‘s Living Religions" Cambridge University Press 1959, P-58

3 النحل۱۶:۵۹۔۶۰

4 ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حق المراۃ علی الزوج، حدیث:۱۸۵۱

5 مودودی، ابوالاعلی، تفہیم القرآن، ج۱، ص۴۵۴

6 التکویر:۸۔۹

7 بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاستقراض، باب ماینھی عن اضاعۃ المال، حدیث:۲۴۰۸

8 بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منی، حدیث:۱۷۳۹

9 ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب برالوالد والاحسان الی البنات، حدیث:۳۶۶۷

10 امام احمد بن حنبل، مسند أحمد، حدیث:۱۶۱۵۳

11 بخاری، الجامع الصحیح، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم، حدیث:۱۲۱۲

12 المجادلہ، ۵۸:۱۱

13 النساء، ۴:۱۹

14 مسلم، الصحیح، کتاب النکاح، باب حکم العزل، حدیث:۱۴۷۹

15 النساء، ۴:۲۱

16 ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب المناسک، باب صفۃ حجۃ النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث:۱۹۰۵

17 ترمذي، جامع ترمذی،، کتاب المناقب، باب فضل أزواج النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث:۳۸۹۵

## References

Al-Nissa 4:1
Robert E Hume "The World ‘s Living Religions" Cambridge University Press 1959, P-58
Al-Nahl 16:59. 60
Ibn Majah, Sunan Ibn Majah, Kitab-ul-Nikah, Bab Haq al-Mar'ah Ali al-Zauj, Hadith: 1851
Maududi, Abu'l-'Uthaymeen, Tafahim-ul-Quran, vol. 1, p. 454.
Al-Taqweer: 8. 9
Al-Bukhaari, Al-Jami al-Sahih, Kitab al-Istikraad, Bab Ma'inhi an Idha'at al-Maal, Hadith: 2408
Al-Bukhaari, Al-Jami al-Sahih, Kitab al-Hajj, Bab al-Khattaba, Ayyam Mani, Hadith: 1739
Ibn Majah, Sunan Ibn Majah, Kitab al-Adab, Bab Baral-ud-Da'ala Ihsan al-Banat, Hadith: 3667
Imam Ahmad ibn Hanbal, Musnad Ahmad, Hadith: 16153

Al-Bukhaari, Al-Jami al-Saheeh, Kitab Ahadith al-Anbiyyah, Bab Khalq Adam, Hadith: 1212
Al-Majadala, 58:11
Al-Nissa, 4:19
Muslim, Al-Saheeh, Kitab-ul-Nikah, Bab Hukm al-'Azal, Hadith: 1479
Al-Nissa, 4:21
Abu Dawud, Sunan Abu Dawud, Kitab al-Manasq, Bab Sifat Al-Hijjat al-Nabi (peace and blessings of Allaah be upon him), Hadith: 1905
Tirmidhi, Jami Tirmidhi, Kitab al-Manaqib, Bab Fadl Azwaj , Hadith: 3895